Fikr-o-Nasar (Islamabad) 16:8 (1979) © rasailojaraid.com

# مولانا فراھی کا عربی کلام

## ( قومیت اسلام کا مظہر )

شرف الدین اصلاحی

مولانا نے اپنے لئے مشغولیت کا جو میدان منتخب کرلیا تھا اور وہ جس قسم کی افتاد طبع کے مالک تھے اس میں سیاست کے لئے اتنی بھی گنجائش نہیں تھی جتنی ان کے ہم مشرب معاصرین کے ھاں نظر آتی ھے ۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ انھیں حالات حاضرہ کی خبر نہیں رھتی تھی یا وقت کے عام سیاسی مسائل بالخصوص مسلمانوں کے نفع و نقصان سے انھیں کوئی سروکار نہ تھا ۔ ایک سچے اور پکے مسلمان کی طرح انھیں امت مسلمہ کے اقبال و ادبار سے اتنی ھی دلچسپی تھی جتنی کہ کسی کو ھو سکتی ھے ۔ اور وقت کے سیاسی مسائل میں سے ھر مسئلے کے متعلق اپنے نقطۂ نظر سے ان کی اپنی ایک رائے ھوتی تھی ۔ لیکن ان کی علمی تصانیف میں اس کا اظہار وضع الشئی فی غیر محلہ کا مصداق ھونے کے علاوہ ان کے مزاج سے ھم آھنگ بھی نہ تھا ۔ ان کے حالات زندگی سے اندازہ ھوتا ھے کہ وہ اپنی مجالس اور عام گفتگوؤں میں بھی سیاسی مسائل کے متعلق بہت کم اظہار خیال کرتے تھے ۔ البتہ ان کے عربی دیوان میں ایک نہیں متعدد ایسی نظمیں ھیں جنھیں اگرچہ بمعنی عام سیاسی نظمیں کہنا شاید درست نہ ھو مگر ان کا تعلق بالراست چونکہ دنیا کی بین الاقوامی سیاست میں ایسی صورت حال سے ھے جو مسلمانوں کے اجتماعی مسائل سے گہرا تعلق رکھتی ھے اس لئے ان کی اھمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا ۔ ان کے دیوان میں زیادہ تر دو قسم کی نظمیں اور اشعار ھیں ۔



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



ایک علم و حکمت کے مضامین پر مشتمل دوسرے ایسے واقعات و حوادث سے متعلق جو مسلمانوں کے لئے قومی المیہ کا درجہ رکھتے تھے۔ یہ نظمیں جس قسم کے حالات میں کہی گئیں ان کا جائزہ لینا یا تاریخی پس منظر بیان کرنا طوالت کا باعث ہوگا اور ہر پڑھا لکھا آدمی کم و بیش ان سے واقف ہے۔ اس لئے انتہائی اختصار سے کام لیتے ہوئے ہم اس سلسلے کے کچھ اشعار نقل کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔ ان اشعار میں مرثیہ خوانی کا سوز و گداز بھی ہے اور رجز خوانی کی گھن گرج بھی۔ یہ لے اس وقت کے ماحول میں نئی نہیں تھی مولانا فراہی کے معاصرین میں ایسے کئی شاعروں کے نام نمایاں ہیں جنھوں نے قومی المیے کے ان موقعوں پر اشعار میں اسی قسم کے خیالات و جذبات کا اظہار کیا ہے۔ لیکن مولانا کو اس لحاظ سے ایک امتیاز حاصل ہے کہ انھوں نے حجازی لے کو نغمہ ہندی میں نہیں بلکہ صوت حجازی میں پیش کرنے کی سعی کی ہے جس سے اردو خواں طبقہ ابھی تک ناواقف ہے۔ مولانا کی ایسی نظمیں اور اشعار بلاشبہہ ہماری قومی اور ملی شاعری کا ایک وقیع حصہ ہیں۔ ان میں وحدت اور اخوت اسلامی (پان اسلامزم) کا بھر پور اظہار ہے۔

دیوان میں یکے بعد دیگرے ایسی سات نظمیں ہیں جو عصر رواں کے واقعات و حادثات سے متاثر ہوکر لکھی گئیں۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ مولانا اپنے جذبات کو دبا نہ سکے اور ان کے جذبات بے قابو ہوکر پھوٹ پڑے ہیں۔ حالات نے اس بند کو توڑ دیا ہے جو انھوں نے شاعری کے سوتوں کو بند رکھنے کے لئے باندھا ہوا تھا۔ ان نظموں میں سادگی اصلیت اور جوش کی وہ تمام خوبیاں بدرجۂ اتم پائی جاتی ہیں جنھیں نقاد اچھی شاعری کی خصوصیات میں شمار کراتے ہیں۔ آورد تو مولانا کے یہاں کہیں بھی نظر نہیں آتی مگر



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



ان نظموں میں جو آمد برجستگی اور بے ساختہ پن ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔ علی الخصوص ایک نظم جس کا عنوان ہے ''فی عتاب العرب الترک علی الصلح بالطلیان،، پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ اس میں علاوہ دیگر صفات کے قومی درد اور ملی حمیت کی رو نقطہ عروج پر ہے۔ ان نظموں میں رزمیہ شاعری کی لے سنائی دیتی ہے لیکن اس کا انداز فارسی اور اردو کی بجائے عربی کی رزمیہ شاعری سے زیادہ ہم آہنگ ہے۔ بات پھیلتی جارہی ہے۔ ہماری کوشش ہے کہ نقد و تبصرہ کی بجائے اس تحریر میں مولانا کے اپنے الفاظ کو زیادہ جگہ دی جائے تاکہ پڑھنے والے ان کے شاعرانہ کیف سے لطف اندوز ہوں۔ ناقدانہ موشگافیاں ہمارا مقصود نہیں۔ مقصد مولانا کے کلام سے متعارف کرانا ہے۔ اس گروپ کی پہلی نظم کا عنوان ہے ''فی تطاول الطلیان علی طرابلس،، جنگ طرابلس بیسویں صدی میں مسلمانوں کی تاریخ کا ایک اہم واقعہ ہے۔ اس نظم کے چند اشعار مع ترجمہ بلا تبصرہ درج کئے جاتے ھیں :

کیف القرار و قد نکس — اعلامنا بطرابلس
نبکی علی اخواننا — بین القتیل و من حبس
هم اهلنا و عشیرنا — افیاء لمون ولا نحس
یا امة الاسلام یا — ابناء آباء شمس
الا تنبهوا الیوم فا — لاسلام یتعس بل تعس
هل لا ذکرتم ما اصا — ب المسلمین باندلس
یبغون قسطنطینیـ — ـة و بعد ها ارض القدس
فاحموا ذمار الملة — البیضاء کالاسد الشکس
واستجمعوا عددا فما — تجری السفین علی الیبس
اعنی المراکب والمدا — فع والکتائب والحرس



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



و تعلموا حیل الحـرو　　　ب لتغلبوا الخصم الشرس(۱)

ترجمہ : کیونکر قرار آئے ہمارے جھنڈے طرابلس میں سر نگوں ہوگئے ۔ ہم اپنے ان بھائیوں پر آنسو بہاتے ہیں جو قتل ہوئے اور قید میں ہیں ۔ وہ ہمارے اہل ہیں، وہ ہمارے اپنے ہیں، ہم ان کے درد کو بھلا کیونکر نہ محسوس کریں گے ۔ اے اسلام کی امت، ایسے آباء کے بیٹو جو سورج کی طرح روشن اور بلند تھے، اگر تم آج نہیں اٹھو گے تو اسلام برباد ہوجائے گا بلکہ وہ برباد ہوگیا ۔ کیا تمہیں یاد نہیں اندلس میں مسلمانوں پر کیا گزری ۔ وہ (دشمن) قسطنطنیہ کو لینا چاہتے ہیں اور اس کے بعد ارض مقدس کو بھی ۔ اٹھو اور تند خو شیروں کی طرح ملت بیضاء کی حفاظت کرو ۔ اسباب کی فراہمی میں کوئی کسر نہ چھوڑو، خشکی میں کشتیاں نہیں چلا کرتیں ۔ یعنی سواریاں، توپ، دستے، رسالے اور محافظ اکٹھے کرو اور فن حرب کی تربیت حاصل کرو تا کہ بد طینت دشمن پر غالب آسکو ۔

''ہمارے جھنڈے طرابلس میں سر نگوں ہو گئے ۔ ہم اپنے بھائیوں پر روتے ہیں وہ ہمارے اہل اور ہمارے قبیلہ و خاندان کے ہیں،، یہ الفاظ اسلامی اخوت کے آئینہ دار ہیں جس میں دینی اشتراک کی وجہ سے اجنبی حقیقی قرابت داروں سے قریب تر ہوجاتے ہیں ۔ اور دینی اشتراک نہ ہو تو سگا بیٹا بھی ''انہ لیس من اھلک،، کہہ کر جدا کر دیا جاتا ہے ۔

ایک دوسری نظم میں جس کا عنوان ہے ''فی ذکر ھجوم الطلیان و ظلمھم،، طرابلس کے مسلمانوں پر دشمن کے ہاتھوں جو ظلم و ستم ہوئے اس کا نقشہ کھینچا ہے ۔

---

۱ دیوان ص ۸



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



دخلوا المدينة يقتلو ن بها المشائخ والرعارع
قتلوا المراضع فی المضا جع و الضوارع فی الشوارع
يبـــدون نصـرانية زورا و قد رفضوا الشرائع
بل يشمئز الكفـــر سما يركبون من الشنائع (۱)

ترجمہ: وہ بوڑھوں اور سوزوں قامت، حسن و شباب کے پیکر نوجوانوں کو قتل کرتے ہوئے شہر میں داخل ہوئے۔ انھوں نے شیر خوار بچوں کی ماؤں کو ان کی خوابگاھوں میں قتل کیا اور چھوٹے بچوں کو شاھراھوں میں تہ تیغ کیا۔ وہ جبراً نصرانیت کو غالب کرنے کے درپے ھیں۔ انھوں نے دین و مذھب کو خیر باد کہہ دیا ھے۔ بلکہ جن گھناؤنے جرائم کا وہ ارتکاب کرتے ھیں ان سے کفر کو بھی گھن آتی ھے۔

مولانا اغیار کی ستم رانیوں اور ریشہ دوانیوں کا ذکر کرکے خاموش نہیں ھوجاتے اس سے زیادہ وہ اپنوں کی بیگانہ وشی کا ماتم کرتے ھیں۔ مسلمانوں کے باھمی نفاق خاصکر عربوں اور ترکوں کی نزاع اور آویزش پر اپنے رنج و غم کا اظہار کرتے ھیں۔

غـروا بان البعـد بيـن العرب والا تراک شاسع
و بـان بيـن قلـوبـنـا صدعا من الاضغان واسع (۲)

ترجمہ: دشمن کا دندان آز اس لئے تیز ھے کہ عربوں اور ترکوں کے درمیان حائل خلیج وسیع ھو چکی ھے اور اس لئے کہ ھمارے دلوں میں

---

۱ دیوان ص ۱۱-۱۲
۲ دیوان ص ۱۲



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



بغض و عناد سے پڑی ہوئی دراڑ چوڑی ہو گئی ہے۔

اس دور کی بین الاقوامی سیاست خاص کر بر صغیر کی سیاست میں تحریک خلافت کا ذکر بکثرت آتا ہے۔ مولانا کی اس نظم میں دو شعر بہ صراحت خلافت کے نام کے ساتھ نظم ہوئے ہیں۔

یا ضلۃ لم یعلموا  ان الخلافۃ خیر جامع
فلنبذلن لھا النفو  س و دون حوزتھا ندافع

ترجمہ: حیرت ہے انھیں خبر نہیں کہ خلافت مسلمانوں کے لئے بہترین قوت جامعہ اور ذریعہ اتحاد ہے۔ لہذا ہم اس کے لئے اپنی جانیں قربان کر دیں گے اور آگے بڑھ کر اس کی سرحد کا دفاع کریں گے۔

مولانا فراھی کے ان اشعار میں مولانا محمد علی جوہر کی والدہ کے ان الفاظ کی گونج سنائی دیتی ہے۔ ''خلافت پر جان دے دو بیٹا،، یہ الفاظ ''بی اماں،، نے مولانا محمد علی کو مخاطب کرکے کہے تھے۔

اس کے بعد وہ عربوں اور ترکوں کے مابین اتحاد و اتفاق پیدا کرنے کے لئے ترکوں کو ہاتھ کی ہتھیلی اور عربوں کو ہتھیلی کی انگلیوں سے تشبیہ دیتے ہیں اور یہ نکتہ واضح کرتے ہیں کہ دونوں ایک دوسرے کے لئے لازم و ملزوم ہیں۔ ان کا وجود جبھی برقرار رہ سکتا ہے کہ وہ جسد واحد کی طرح باھم متحد رہیں۔

ما الترک الا مثل کف  الباسل العاری الا شاجع
و العرب مثل اصابع  لا کف الا بالا صابع

ترجمہ: عربوں کے بغیر بہادر ترکوں کی مثال پہلوان کی ایسی ہتھیلی



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



کی ھے کہ جس میں انگلیاں نہ ہوں۔ عرب ان کے لئے مثل انگلیوں کے ہیں، انگلیوں کے بغیر ہتھیلی کا کوئی تصور نہیں۔

معلوم ہوتا ھے کہ بلاد اسلامیہ پر اغیار کے حملوں اور مسلمانوں پر اعدائے اسلام کے مظالم سے مولانا کا دل بہت مضطرب تھا۔ وہ واقعات پر گہری نظر رکھتے تھے۔ مسلمانوں کے نقصان سے ان کو تکلیف ہوتی تھی اور اگر مسلمانوں کا پلہ بھاری نظر آتا تو انہیں دلی مسرت ہوتی تھی۔ چنانچہ جب ترکوں اور عربوں نے دشمن پر ضرب کاری لگائی تو ان کا دل باغ باغ ہو گیا اور وہ فخر و مباہات کے لہجے میں پکار اٹھے۔

کـرت علیهـم شجعة الاتراک کالا سد الهوا صر
و اتتهـم الا عـراب تخـ طفهم کعقبان کواسر (١)

ترجمہ: بہادر ترکوں نے ان شیروں کی طرح ان پر حملہ کیا جو اپنے شکار کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالتے ھیں اور عرب ان عقابوں کی طرح ان کو اچکنے لگے جو اپنے شکار پر جھپٹ پڑتے ھیں۔

اس کے بعد جب ترکوں نے عربوں کو نظر انداز کرکے دشمن سے صلح کرلی تو ان کے دل کو ٹھیس لگی اور وہ تلملا اٹھے۔ ان کا درد و غم ٣٦ شعروں کی ایک نظم میں ڈھل گیا۔ اس نظم میں ترک مخاطب ھیں اور متکلم عرب۔ اس کے جستہ جستہ منتخب اشعار سے اس کے موڈ کا اندازہ لگایا جا سکتا ھے۔

یا ترک ! لا تبغوا الهوینا لاتنعمـوا الحسـاد عینـا
اتسـالمـون عـدونـا و تـر کتمـونا بیـن بینـا

---

١ دیوان ص ٣٠، نظم "فی کرة العرب علی الطلیان"



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



کنتم لنا الاخوان اذ — فی الدین والود استوینا

فنفو سنا و نفو سکم — خلطت معا لما التقینا

نحمی الخلافة بالسیو — ف الباترات اذا انتضینا

فربت حدائق مجدها — بدمائنا لما سقینا

افبعد ذاک تخاذلو — ن و تذهبون فاین اینا

لا سلم با لطلیان حتـ — ی یترکوا بلدا ثوینا

ننفیهم عن ارضنا — لا نرعوی عما قضینا

فالموت خیر من حیو — ة تحتوی ذلاً و شینا

انا الاحرار نعـ — د القتل للاحرار زینا

کم نا بنا حرب الملو — ک فلم نمل ولا و نینا

لم یبسطوا الایدی الا — ما کسرنا او لوینا

فا لله نعبده و عب
باد الصلیب فقد قلینا (۱)

ترجمہ : اے ترک سہل انگاری کو کام نہ فرماؤ۔ دوستی کی پینگیں بڑھا کر حاسدوں کی آنکھیں ٹھنڈی نہ کرو۔ ہمیں بیچ منجھدھار میں چھوڑ کر تم ہمارے دشمن سے صلح کرتے ہو۔ تم ہمارے لئے بھائی تھے کہ دین اور محبت کے رشتے ہم میں استوار تھے۔ جب ہم ملے ہماری جانیں اور تمہاری جانیں ایک ساتھ مل گئیں۔ ہم خلافت کی حفاظت کرتے تھے کاٹنے والی تلواروں کو میان سے کھینچ کر۔ خلافت کے مجد کے باغ لہلہا اٹھے جب ہم نے انہیں اپنے خون سے سیراب کیا۔ کیا اس کے بعد تم ہمیں چھوڑ رہے ہو اور

۱ - دیوان ص ۱۵، ۱۶، ۱۷ - ”نظم فی عتاب العرب الترک علی الصلح بالطلیان،،



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



جارہے ہو، بتاؤ تو کہاں، کہاں۔ اٹلی کے ساتھ صلح نہیں ہو سکتی جب تک وہ ہماری آبادیاں خالی نہ کردیں۔ ہم انھیں اپنی سر زمین سے نکال باہر کریں گے، ہمارا فیصلہ اٹل ہے۔ ہمارے نزدیک اس زندگی سے موت بہتر ہے جس میں ذلت اور ننگ ہو۔ ہم حریت پسند ہیں، احرار کے لئے قتل کو زینت شمار کرتے ہیں۔ کتنی ہی بار بادشاہوں کی جنگ ہم پر نازل ہوئی لیکن ہم گھبرائے نہیں، نہ ہی ہم درماندہ ہوئے۔ انھوں نے دست درازی اس لئے کی ہے کہ ہم ٹوٹ گئے یا جھک گئے۔ ہم اللہ کی بندگی کرتے ہیں، صلیب کے پجاریوں سے ہمیں عداوت ہے۔

اس کے بعد ''فی ثوران الفتنة البلقانیه،، کے زیر عنوان اسلام کے دفاع کے لئے مسلمانوں کو دعوت جہاد دیتے ہیں :

شبت علی بلقان نار الحروب — اشعلها بالبغی اہل الصلیب
یا کرد یا تاتار یا کابل — یا کل من للہ عبد منیب
فی مشرق الآفاق او مغرب — او فی شمال الارض او فی جنوب
یدعوکم الاسلام جہراً الی — ذب العدیٰ عنه فہل من مجیب
فالآن یا اخوان ما بالکم — قد مسکم من الجہاد لغوب(۱)

ترجمہ : بلقان پر جنگوں کی آگ بھڑک اٹھی، اسے ظلم و جارحیت سے اہل صلیب نے بھڑکایا ہے۔ اے کرد، اے تاتار، اے کابل، اے ہر وہ شخص جو اللہ کا فرمان بردار بندہ ہے، دنیا کے مشرق میں ہو یا مغرب میں، زمین کے شمال میں ہو یا جنوب میں، اسلام پکار کر تم کو بلا رہا ہے، کہ دشمن سے

---

۱ دیوان ص ۱۸



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



اس کا دفاع کرو، ہے کوئی جو اس پکار کا جواب دے۔ بھائیو! تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ تم جہاد سے درماندہ ہو گئے ہو۔

دیوان کی ایک نظم کا عنوان ہے ''فی ذکر اشراط الساعة''۔ آثار قیامت میں جہاں اور بہت سی باتوں کا ذکر ہے وہاں ایک علامت یہ بھی گنائی ہے کہ مسلمان قوم آلام و مصائب کا شکار ہے۔

وقد اورطت امة المسلمیـ ـن فی هوة، شد ایرا طها

و او قعها الدهر فی عقدة تعسر للقوم انشاطها

ترجمہ: مسلمانوں کی امت مصیبت کے گڑھے میں گر گئی ہے وہ سخت مصائب میں گرفتار ہے اور زمانے نے اس کے معاملات میں ایسی گرہ ڈال دی ہے کہ قوم کے لئے اس کا کھولنا آسان نہیں۔

مولانا فراھی من حیث القوم جب مسلمانوں کی بات کرتے ھیں تو ان کے ذھن میں مسلم قومیت سے زیادہ اسلامی قومیت کا تصور جاگزیں ھوتا ہے جس کی حدود بین الاسلامی وسعتوں کو محیط ھوتی ھیں۔ ان کا ذھن اس معاملے میں بہت صاف ہے کہ اسلام کے بحر محیط میں تفریق و تقسیم کے کتنے ھی خط فاصل کھینچ دئے جائیں دنیا کا ھر وہ آدمی جو خود کو مسلمان کہتا ہے وہ اس قوم کا ایک فرد ہے جس کے ایک فرد وہ خود بھی ھیں۔ بالخصوص اغیار کے مقابل جب وہ مسلمان قوم کا ذکر کرتے ھیں تو ان کا تمیزی شعور اور بھی ابھر آتا ہے اور وہ اس کے اظہار میں بلا خوف لومة لائم جارحانہ انداز اختیار کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتے۔ مسلم قومیت کی حمایت میں وہ تیغ بے نیام ھیں۔ وہ عصبیت کی حد تک اس قومیت کے ساتھ وابستگی کو لے جاتے ھیں۔ ان میں ایک صحت مند قسم کی عصبیت تو ھوتی ہے مگر بیمار قسم کا



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



تعصب نہیں ہوتا ۔ ان کی اس قومی عصبیت کی زد عملاً یہود و نصاری پر ھی پڑتی نظر آتی ہے ۔ اس کے اسباب ظاھر ھیں ۔ مولانا کے ھاں کہیں اس قسم کے تصورات نظر نہیں آتے جن کو آج کل کی زبان میں رواداری اور انسان دوستی وغیرہ الفاظ سے تعبیر کیا جاتا ہے، نہ ان کی شعری تخلیقات میں نہ کسی اور تحریر میں ۔ وہ اس معاملے میں بڑے غیور اور خود پسند معلوم ہوتے ھیں ۔ ان کی قومی خودی اور دینی حمیت دو آتشہ بلکہ سہ آتشہ ہے جس کی تندی ہر قسم کے دواعی پر غالب آجاتی ہے ۔ چونکہ ان کا فکر قرآن کے سایہ عاطفت میں پروان چڑھا تھا اور ان کے شعور کی تربیت ان کے ایمان و اسلام کے ھاتھوں ھوئی تھی اس لئے باطل آگے پیچھے دائیں بائیں کسی طرف سے بھی ان پر حملہ آور نہیں ھو پاتا ۔

میں نے اپنے ایک پچھلے مضمون میں (فکر و نظر، دسمبر ۱۹۷۸) اور اس مضمون میں مولانا فراھی کے بعض پہلوؤں کا مطالعہ ان کی عربی شاعری کے حوالہ سے کرنے کی کوشش کی ہے ۔ شاعری کی کسی بھی تعریف کی رو سے مولانا کے شاعر ہونے میں کلام نہیں ھوسکتا لیکن اس کے باوجود نہیں معلوم کیوں شرح صدر کے ساتھ مولانا فراھی کو شاعر کہنے اور ان کی شاعرانہ حیثیت کو زیادہ اھمیت دے کر نمایاں کرنے کی ھمت نہیں ہوتی ۔ ایسا شاید اس لئے ھو کہ شاعر بدنام بہت ہے ۔ شاعری، جہاں بعض فنون کی نسبت سے اس کا مرتبہ بلند قرار پا سکتا ہے وھاں بعض فنون کی نسبت سے پست بھی قرار پا سکتا ہے ۔ اس لئے شاعری جہاں ایک شخص کے لئے فخر کی چیز ھو سکتی ہے وھاں دوسرے کے لئے فخر کی چیز نہیں بھی ھو سکتی ۔

جیسا کہ ان کے سوانح سے معلوم ھوتا ہے مولانا فراھی کو غالب سے



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



دلچسپی تھی ۔ غالب کی شاعرانہ تعلی مشہور ہے ۔ ایک فارسی شعر میں خود شاعری کے مقابل ان کی تعلی ملاحظہ ہو،

ما نبودیم بدیں مرتبہ راضی غالب ما شعر خود خواهش آن کرد کہ گردد فن ما

لیکن بہر حال غالب نے شعر کی خواہش کو مان لیا ۔ راضی نہیں تھے مگر ہوگئے ۔ اور آج دنیا غالب کو ان کی شاعری ہی کی وجہ سے جانتی ہے ۔ وہ ہزار کہیں کچھ شاعری ہی ذریعہ عزت نہیں مجھے، انہیں کچھ ذریعہ عزت ہے تو شاعری ہی ہے ۔ اور وہی ان کا فن ہے ۔ بقول میر تقی میر ۔

کیا تھا شعر کو پردہ سخن کا وہی آخر کو ٹھہرا فن ہمارا

اس کے بعد غالب نے ایک خاص صورت حال کے اندر اپنی فارسی اور اردو شاعری کا موازنہ کیا تو فارسی پر ناز کیا اور اردو کو ناقابل اعتنا قرار دیا ۔

فارسی بیں تابہبینی نقش ھائے رنگ رنگ بگزر از مجموعہ اردو کہ بے رنگ منست
راست می گویم ولے از راست سر نتواں کشید هر چہ درگفتار فخر تست آن ننگ منست

لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ آج دنیا میں غالب کا نام ان کی فارسی شاعری کی وجہ سے نہیں اردو شاعری کی وجہ سے زندہ ہے ۔

مگر اس پس منظر میں مولانا فراہی کو دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ انہوں نے سرے سے شعر و شاعری کو منہ ہی نہیں لگایا ۔ انہوں نے شعر ضرور کہے ہیں لیکن وہ روایۃً شاعر نہیں تھے ۔ باوجودیکہ وہ فطرۃً ایک اعلی درجے کے شاعر تھے ۔ شاعری کا جوہر ان میں کوٹ کوٹ کے بھرا ہوا تھا لیکن انہوں نے بالفعل نہ تو اسے فن بنایا نہ پیشہ، شعر نے خواہش ان سے بھی کی مگر وہ راضی نہ ہوئے ۔ ان کے لئے شاعری کے سوا اور بھی کام تھے جس کی عظمت



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



اور اهمیت کے سامنے شاعری لهو و لعب قسم کی چیز اور بازیچه اطفال نظر آتی هے۔

چنانچه غالب نے اپنی تعلی میں جو بات اردو کی نسبت کہی وهی بات مولانا فراهی زبان قال سے تو نہیں که وه بمعنی مصطلحه شاعر تھے بھی نہیں۔ زبان حال سے خود شاعری کی نسبت کہتے نظر آتے هیں، جس کی تائید شاعری کی نسبت عملاً ان کے رویے سے بھی هوتی هے اور ان افکار و خیالات سے بھی جو شاعری کی نسبت جسته جسته ان کی تصانیف میں بکھرے هوئے ملتے هیں۔ اور یه خیالات وهی هیں جن کا هیولی ایک مسلمان کے ذهن میں اسلام کی تعلیم اور تربیت سے تیار هوتا هے۔ موقع تقاضا کرتا هے که یہاں غالب کا مصرعه ان سے مستعار لے کر مولانا فراهی کی طرف سے دهرا دیا جائے، جو چیز هر شاعر کے لئے وجه افتخار هوتی هے اسے مولانا فراهی نے ننگ و عار سمجھ کر ایک طرف ڈال دیا۔

هرچه در گفتار فخر تست آن ننگ منست

اور یه واقعه هے که علم و ادب، فکر و نظر، شعور و آگہی اور حکمت و فلسفه کی دنیا میں مولانا کا جو مرتبه هے اس میں شاعری ان کے لئے وجه افتخار نہیں هو سکتی۔ واضح رهے[۹] که مولانا فراهی جیسے لوگوں کے ضمن میں ان الفاظ کے وه معانی هر گز نہیں جو عام طور سے شعر و ادب اور علم و حکمت کی دنیا میں لئے جاتے هیں۔ یه ایک الگ بحث هے، کسی مناسب موقع پر اس کو پیش کیا جائے گا۔

★★★★



© rasailojaraid.com